فرد کی زندگی پر ایمان کے اثرات [1]

عبد الحمید صدیقی

ایک انسان اپنی زندگی میں کیا چاہتا ہے؟ اسے کس چیز کی تلاش لاحق رہتی ہے؟ اور وہ کن عظیم اور ارفع مقاصد کے حصول کے لیے کوشاں رہتا ہے؟ ان سوالات کا جواب بآسانی دیا جا سکتا ہے بشرطیکہ ہماری نظر گردوپیش کے حالات پر ہو اور تاریخِ انسانی سے بھی بخوبی واقف ہوں۔

ایک سلیم الفطرت انسان یہ چاہتا ہے کہ اپنے مقامِ انسانیت کو سمجھے اور اُن امتیازی اوصاف کے ساتھ زندہ رہے جن کی وجہ سے وہ انسان کہلانے کا مستحق ہے، اور اس عالمِ کون و مکاں میں اس کی شخصیت کی عزت متعین ہو۔ پھر وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اُسے اپنے وجود کی غایت اور پوری طرح اُس کا شعور ہو۔ وہ کیڑے مکوڑوں، چوپایوں اور دوسرے حیوانات کے درمیان ایک منفرد، ممتاز اور قابلِ ذکر ہستی کی حیثیت سے رہنا چاہتا ہے۔ علاوہ ازیں فرد کو طاقت بھی درکار ہے عالمِ مادّی کے حادثات و واقعات سے نمٹنے کے لیے، دوسروں کی سرکشی اور خود اپنے نفس کی خواہشات کا مقابلہ کرنے کے لیے قوت کی ضرورت ہے۔ حصولِ مقاصد اور ادائے فرائض کے لیے وہ قوت کا طالب ہے۔ ایسی قوت جس سے وہ اعلیٰ اقدارِ حیات کا تحفظ اور کثیر الوسائل معاشرہ کے غلط اور ناپسندیدہ رجحانات کا تدارک کر سکے۔ نیز جو اس کے ضعفِ جسمانی اور عجزِ طبعی کا بھی بدل بن سکے۔ مزید برآں انسان کو ایک اور چیز کی بھی تلاش رہتی ہے اور وہ ہے سعادت و خوش بختی۔ انسان اپنے ایامِ حیات، اطمینانِ قلب اور ذہنی سکون کے ساتھ گزارنا چاہتا ہے۔ وہ رضائے ذات کا طالب اور نیک اور مقدس تمناؤں کا آرزومند ہوتا ہے اور انفس و آفاق پر محبت کی عملداری دیکھنا چاہتا ہے۔

رہے وہ لوگ جو حیوانوں کی طرح زندہ رہنے، کھانے اور مٹ جانے کے متمنی ہوں باوجود درندوں اور بھیڑیوں

[1] یہ مضمون شیخ یوسف قرضاوی صاحب کی کتاب الایمان والحیاۃ سے ماخوذ ہے۔

کی طرح ظلم و زیادتی کے خوگر اور قتل و غارت گری کے دلدادہ ہوں اور انہی مشاغل میں لذت و سرور پاتے ہوں، ایسے لوگ کسی درجہ میں بھی انسانیت کا معیار قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ لہٰذا ان کا ذکر بے فائدہ ہے۔

ان صفحات میں ہم اس بات کا جواب دیں گے کہ فرد کے حقیقی مقاصد اور سچی امنگوں کی تکمیل میں ایمان کیا کردار ادا کرتا ہے۔

ایمان اور تکریم انسان

انسان، مادہ پرستوں کی نظر میں: انسان کیا ہے؟ ایک مشتِ خاک۔ جس نے زمین سے نشو و نما پائی، زمین ہی پر چلتا پھرتا اور کھاتا پیتا ہے اور زمین ہی میں مل جائے گا۔ یہ خون، گوشت اور ہڈیوں کا مجموعہ ہے جس کے مغزِ استخواں سے اُسی طرح عقل و فکر پیدا ہوتی ہے جس طرح جگر سے صفراء۔ انسان کوئی بڑی اہم ہستی نہیں جو دوسری مخلوقات سے ممیز و ممتاز ہو۔ بلکہ یہ بھی از قسم حشرات و حیوانات، ایک حیوان ہی ہے جس نے مرورِ زمانہ سے ترقی کر لی اور اپنی موجودہ شکل کو پہنچا۔ بہر حال اس وسیع و عریض عالمِ موجودات میں انسان ایک نہایت کمزور وجود ہے جو چند ہزار سال سے کرۂ ارضی پر آباد ہے۔ حالانکہ اس کائنات میں خود یہ زمین اور اس پر پائی جانے والی اشیاء لاکھوں کروڑوں سالوں سے موجود ہیں۔ بلحاظِ زمان و مکان انسان کی یہی حیثیت ہے۔ رہا اس کا جسدِ خاکی تو وہ تقریباً ڈیڑھ سو پونڈ وزن رکھتا ہے جس میں روغنیات کی مقدار اتنی ہوتی ہے جس سے صابن کی سات ٹکیاں بن سکیں۔ اتنی کاربن ہوتی ہے جتنی کہ سات پنسلوں میں۔ اتنا فاسفورس جس سے سوا سو دیا سلائیاں بن سکیں۔ میگنیشیم اتنی مقدار میں کہ جس سے ایک گھونٹ مسہل دوائی تیار ہو سکتی ہو۔ ایک درمیانہ ساخت کی میخ کے برابر لوہا۔ اتنا چونا جو ایک مرغی خانہ کی سفیدی کے لیے کافی ہو۔ اور گندھک کی اتنی مقدار جس سے ایک کتے کی کھال صاف کی جاسکے۔ اور باقی پانی۔ تو یہ ہیں وہ عناصر جن سے انسان کا جسم مرکب ہے۔ اور اتنی مقدار میں مذکورہ عناصر بازار سے چند روپوں کے عوض دستیاب ہو جاتے ہیں۔ اب آپ اندازہ کر لیں کہ ایک مادی انسان کی قیمت کیا ٹھہری۔

ملاحدۂ عرب میں سے ایک معاصر کہتا ہے "کیا ہماری کوئی فکر حشرات الارض کی فکر سے بڑھ کر بھی ہے۔ ہم اپنی ذات کے علاوہ کچھ نہیں۔ اور یہی حال حشرات کا ہے۔ ہمیں اثباتِ ذات کے سوا کچھ نہیں چاہیے۔ ہم میں اور کیڑے مکوڑوں میں کوئی فرق نہیں سوا اس کے کہ ہم ترقی یافتہ جانور ہیں اور وہ کم ترقی یافتہ"۔ ڈارون، فرائڈ اور ان جیسے دوسرے مادہ پرست، انسان کو بلندیوں سے روشناس کرانے کی بجائے اسے پستیوں میں

دھکیلتے ہیں۔ اِن کی نظر میں انسان ایک ترقی یافتہ حیوان ہے جسے روحِ الٰہی اور ہدایتِ سماوی کی ہوا تک نہیں لگی۔ انسان کو غلاظت میں آلودہ اور کیچڑ میں لت پت دیکھ کر ان کو کوئی تعجب اور حیرت نہیں ہوتی البتہ اگر طہارت و پاکیزگی کا ذکر ہو، خواہشِ نفس اور حرص و آز سے بیزاری کی بات ہو اور انسان رضائے حق کا طلبگار اور اللہ کی راہ میں جان و مال کی بازی لگاتا ہوا نظر آئے تو مادہ پرست حضرات فوراً کان کھڑے کر لیتے ہیں۔

انسان اہلِ ایمان کی نظر میں صاحبِ ایمان کی نظر میں انسان، اللہ تعالیٰ کی ایک نہایت باعزت اور باشرف مخلوق ہے جسے اس نے بہترین شکل و صورت عطا کی۔ علم و ارادہ کی امتیازی صفات بخشیں۔ مسجودِ ملائک بنایا اور پھر اسے اپنا نائب بنا کر زمین پر اُتارا۔ اور ارض و سمٰوات میں جو کچھ ہے اس کے لیے مسخر کر دیا۔ ایک حدیثِ قدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ابنِ آدم! مَیں نے تجھے اپنی اطاعت کے لیے پیدا کیا اور باقی تمام مخلوقات کو تیری خدمت کے لیے۔ تجھ پر میرا یہ حق ہے کہ میرے بتائے ہوئے مقصدِ زندگی سے نظریں ہٹا کر اُن چیزوں کا ہو کر نہ رہ جا جو میں نے تیرے لیے پیدا کی ہیں۔ ابنِ آدم! تُو مجھے تلاش کر، مجھے پالے گا۔ اگر تُو نے مجھے پا لیا تو گویا ہر چیز کو پا لیا اور اگر تو مجھے ہی نہ پا سکا تو پھر کسی بھی چیز کو نہ پا سکے گا۔ چاہیے کہ مَیں تیری نظر میں ہر شے سے پیارا بن جاؤں"۔

بلاشبہ انسان اس وسیع و عریض کائنات میں بلحاظِ وجود کچھ بھی نہیں لیکن اپنی رُوح اور اپنے معنوی وجُود کے اعتبار سے بہت کچھ ہے ؎

وَتَزْعَمُ اَنَّكَ جِرْمٌ صَغِيْرٌ
وَفِيْكَ انْطَوَى الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ

بلاشبہ انسان بلحاظِ عمر بہت چھوٹا ہے لیکن یہ تو اس کے موجودہ جسدِ خاکی کی عمر ہے۔

اہلِ ایمان یقین رکھتے ہیں کہ موت انسانی زندگی کی انتہا نہیں۔ یہ محض ایک مرحلہ و مقامِ انتقال ہے حیاتِ دنیوی سے حیاتِ اُخروی کی طرف، بلکہ حیاتِ ابدی کی طرف۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ○ (الزمر: ۷۳)

انسان کا یہی وہ مقامِ عزت ہے جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی سینکڑوں آیات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اوّلین وحی میں انسان ہی کو خطاب فرمایا

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ۔

پڑھو اپنے پروردگار کے نام سے جس نے (ہر چیز کو) پیدا کیا۔ اُسی نے انسان کو خونِ بستہ سے پیدا کیا۔ پڑھو اور یقیناً تمہارا پروردگار بڑا ہی کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم بخشا۔ اُن باتوں کا انسان کو علم بخشا جو اسے معلوم نہ تھیں"۔

اِن آیات میں انسان کا اس کے رب کے ساتھ تعلق بیان کیا گیا ہے۔ پیدائش اور تکریم کا تعلق نیز ہدایت اور تعلیم کا تعلق۔ اسی طرح پُورا قرآن انسان کی بلندئ درجات اور مدارجِ کمال کے تذکروں سے بھرا پڑا ہے۔ کہیں اگر فسق و فجور کی پستیوں میں گرے ہوئے انسانوں کا ذکر کیا گیا ہے تو مقصود وہاں بھی یہی ہے کہ اِس قعرِ مذلّت کا احساس دلا کر انہیں اپنی عظمت سے آشنا کیا جائے۔

اللہ کے ہاں انسان کا مرتبہ و مقام

قرآن کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ کا انسان سے اور انسان کا اللہ تعالیٰ سے قریبی تعلق بیان کیا گیا ہے۔ اور بعض مذہب پسند لوگوں کے اس خیال کی قطعی تردید کی گئی ہے کہ بندے اور خدا کے درمیان کچھ واسطے حائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ (البقرہ:۱۸۶)

اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو (اُن سے کہو کہ) میں (اُن سے) بہت قریب ہوں اور پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں"۔ (البقرہ: ۱۸۶)

اور یہ کہ:

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ق-۱۶)

بلاشبہ ہم نے انسان کو پیدا کیا۔ اور ہم جانتے ہیں اس کا نفس اُسے کن وسوسوں میں مبتلا کرتا ہے اور ہم رگِ جاں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

اِسی مقامِ قرب کو ایک حدیثِ قدسی میں یُوں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "میں اپنے بندے

کے لیے ویسا ہی ہوں جیسا وہ مجھے خیال کرتا ہے۔ اور میں اُس کے ساتھ ہوتا ہُوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اگر وہ مجھے دل میں یاد کرے تو میں بھی اُسے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ کسی مجلس میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ اگر وہ بالشت بھر میرے قریب ہو تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب آجاتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میری طرف بڑھے تو میں دو تین ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں۔ وہ میرے پاس چل کے آئے تو میں دوڑ کر اس کے پاس پہنچتا ہوں" یہ ہے اللہ کی جناب میں انسان کا مقام۔

ملاءِ اعلیٰ میں انسان کا مرتبہ و مقام

تخلیقِ آدم سے پیشتر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں۔ ملائکہ نے خلافتِ بشری کے بارے میں بعض خدشات کا ذکر کرنے کے بعد کہا۔ مولائے کریم آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کی تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں۔ ان کا مدعا غالباً یہ تھا کہ ہماری موجودگی میں ایک نئی مخلوق کے سر پر خلافت کا تاج رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر عظمتِ آدمؑ کی طرف اشارہ کیا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اس کے بعد ملاءِ اعلیٰ میں عظمتِ آدمؑ کا باقاعدہ اعتراف کیا گیا:

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ۝ فَإِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُوْنَ ۝ إِلَّآ إِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔

(ص: ۷۱ تا ۷۴)

جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں پھر جب میں اسے پُوری طرح بنا دُوں اور اُس میں اپنی رُوح پھونک دُوں تو تم اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔ اس حکم کے مطابق سب کے سب فرشتے سجدے میں گر گئے مگر ابلیس نے اپنی بڑائی کا گھمنڈ کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

اللہ کے حکم سے سرتابی اور فضیلتِ آدم کا انکار کرنے کی پاداش میں ابلیس لعنت اور پھٹکار کا مستحق ٹھہرا۔ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيْمٌ ۔ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِىْٓ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ اس طرح عالمِ بالا میں انسان کو شروع ہی سے نہایت محترم مقام حاصل رہا ہے۔

عالمِ مادی میں انسان کا مرتبہ و مقام

اس وسیع عالمِ مادی میں انسان ایک مرکزی شخصیت ہے جو اشرف المخلوقات ہے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اس کے لیے مسخر کر دیا گیا ہے۔ مہر و ماہ جیسے عظیم الشان سیاروں سے لیکر ایک ایک ذرہ خاک اور قطرہ آب تک کی تخلیق انسان ہی کے استعمال و استمتاع کے لیے ہے۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّ بَاطِنَۃً (لقمان-۲۰)

علمائے اسلام کے نزدیک انسان کا مقام | ابو بکر ابن العربیؒ - اللہ تعالیٰ کی کوئی مخلوق انسان سے بہتر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے حیّ و علیم، قادر و متکلم، سمیع و بصیر اور مدبر و حکیم بنا کر پیدا کیا ہے - اور یہ صفات خدائے بزرگ و برتر کی ہیں -

امام غزالیؒ - انسان اپنے اندر صفاتِ محمودہ پیدا کرلے تو اُسے ذاتِ حق کا قرب نصیب ہوتا ہے - تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کا اشارہ اسی طرف ہے - ذی علم ہونا، خلقِ خدا پہ احسان کرنا اور لطف و ترحّم سے پیش آنا، حق کی طرف اس کی رہنمائی کرنا اور کفر و باطل سے اسے بچانا، اور ایسے ہی شریعت کے دوسرے احکام پر عمل کر کے انسان خدا کے قریب ہوتا ہے - اور اسی علیّ و عظیم ہستی کا قرب خود انسان میں بھی علو و عظمت پیدا کر دیتا ہے -

امام ابنِ قیمؒ - اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں سے نوعِ انسانی کو انتخاب کیا - اس کی تکریم کی اور اسے فضل و شرف بخشا - اسے اپنی اطاعت و بندگی کے لیے اور باقی تمام چیزوں کو اس کی خدمت کے لیے پیدا کیا - اسے اپنی معرفت، اپنی محبت اور اپنا قرب عطا کیا - ارض و سمٰوات میں جو کچھ ہے اس کے لیے مسخر کر دیا - حتیٰ کہ فرشتوں کو بھی جو بیداری و خواب اور سفر و حضر میں اس کی حفاظت کرتے ہیں - اسی پہ اللہ نے اپنی کتابیں اور صحیفے نازل کیے - اسے خطاب فرمایا اور اس سے کلام کیا غرض حضرتِ حق سے انسان کو وہ مقامِ بلند نصیب ہوا جو کسی دوسری مخلوق کو نہ مل سکا -

شرفِ انسانی کے بعد عزتِ ایمانی | یہ کرامت و بزرگی تو وہ ہے جو ایک انسان کو بلحاظِ انسان حاصل ہے - لیکن اگر وہ صاحبِ ایمان ہو تو عزت و شرف کی انتہائی بلندیوں پر فائز ہو جاتا ہے - پھر وہ "خیر امت" قرار پاتا ہے - خدا و رسول کی نظر میں معزز و محترم ٹھہرتا ہے - وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ - اسے دنیا میں غلبہ و استیلا اور مقامِ قیادت و سیادت نصیب ہوتا ہے - وہ ہر وقت ربِّ جلیل کی تائید و نصرت، حمایت و حفاظت اور معیت و رفاقت میں رہتا ہے - اُس کا فعل صلاحِ اعمال کا معیار، اُس کا قول محکم و معتبر، اس کی رضا اللہ کی رضا اور اُس کا غضب اللہ کا غضب بن جاتا ہے - غرض یہ ایمان ہے جو انسان کو سطحِ خاک سے اُٹھا کر اوجِ افلاک پہ پہنچا دیتا ہے -

وممّا زادنی شرفاً وعزّاً وکدتُ باخمصی اَطأ الثریّا

انسان کے بارے میں اسلام اور مادیت کے تصورات میں فرق ایک آدمی زندگی بسر کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ بس حیوان ہی ہے جس کی پیدائش سے پہلے کوئی اصل نہیں۔ اور موت کے بعد جس کا سلسلہ آگے نہیں چلتا اور اس کائنات سے جس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس کے مقابلے میں ایک دوسرا انسان ہے جو یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ زمین پہ اللہ کا نائب ہے۔ اور حق وصداقت کے نفاذ، خیر وبرکت کے صدور اور نیکی اور بھلائی کی اشاعت میں اس کی نیابت کر رہا ہے۔ اور جانتا ہے کہ یہ تمام کائنات اُس کی خادم ہے۔ ملائکہ اس کے مطیع ہیں اور ربّ موجودات کی معیّت اسے حاصل ہے، نیز اُس کا شمار انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین میں ہے کہ جن پر اللہ نے بے حد وحساب انعامات کیے ہیں۔ یہ دوسرا انسان پختہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ موت کے ساتھ ختم ہو جانے والا نہیں اور نہ قبر اُس کا آخری گھر ہے۔ بلکہ وہ ہمیشہ رہنے کے لیے پیدا ہوا ہے —— ان دونوں انسانوں کے افکار میں یہ عظیم فرق دراصل دو نظریات کا فرق ہے جنہیں اسلام اور مادیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

آج انسان کے بارے میں جو فکر مغربی تہذیب وتمدن کی رہنمائی کر رہا ہے وہ سراسر مادہ پرستانہ فکر ہے جو اسلام سے ذیل کے تین بنیادی امور میں بالکل مختلف ہے۔

(۱) اِس کائنات میں انسان کی حیثیت ومنزلت (۲) اس کی فطرت (۳) اس کا وظیفۂ حیات اور اس کی غایت۔

انسان کی حیثیت ومنزلت عقیدۂ اسلام کے مطابق انسان کی حیثیت زمین میں خلیفۃ اللہ کی ہے جو اپنی تخلیق کے اعتبار سے ایک منفرد، مکرّم اور مسئول ہستی ہے۔ اس کا وجود دنیا میں مستقل بالذات نہیں بلکہ اپنے خالق، مالک اور پروردگار کے ارادہ ومشیت کے تحت قائم ہے۔ اور صرف اسی کے حکم کا تابع ہے۔ اس کے برعکس مادیت کے علمبردار انسان کو کوئی باشرف مخلوق نہیں سمجھتے۔ ان کی نظر میں وہ از قسم نباتات ایک چیز ہے جو خود بخود عدم سے وجود میں آگئی ہے۔ اور کچھ عرصہ زندگی گزارنے کے بعد جیسے ہلاک اور فنا ہو جاتا ہے۔ یا پھر وہ ایک ذی شان حیوان ہے، ایک اجتماعیت پسند حیوان اور ایک ترقی پذیر حیوان، جو ترقی کے بے شمار مراحل طے کرنے کے باوجود حیوان ہی رہتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ اس حیوان کو علم وتجربہ کی بنا پر مادہ وطبیعیات پر کچھ بالادستی حاصل ہو گئی ہے لیکن عجیب بات ہے کہ یہی حیوان،

محدود علم، محدود ارادہ و اختیار اور تصرّف و کار فرمائی کی محدود صلاحیتوں کو اپنے اندر موجود پاکر خدا ہونے کا دعویدار بن بیٹھتا ہے۔ چنانچہ اس نظریۂ مادیت کے تحت شعور کی دو مختلف صورتیں سامنے آتی ہیں

ایک تو انسان کو اپنے بارے میں کم عقل ہستی، بے فائدہ و بے کار شے اور حیوان محض ہونے کا شعور ہے اور دوسرا وہ شعور ہے جو انسان میں احساسِ فخر و غرور اور جذبۂ تکبّر و تعلّی پیدا کرتا ہے جس کے تحت انسان اپنے آپ کو ایسا متصرف و مختار سمجھنے لگتا ہے جسے کوئی پوچھنے والا ہی نہ ہو۔ جیسا کہ ہکسلے نے کہا "انسان ہی دنیائے جدید کا صاحبِ ارادہ خدا ہے"۔ لیکن علمی ترقی کے ساتھ ساتھ جب انسان کی آنکھوں کے آگے سے جہالت و طغیان کا پردہ سرکنے لگا اور مشینی انقلاب اور مادی چمک دمک کی حقیقت اُس پر کھلنے لگی تو اُسے وہ بحران محسوس ہونا شروع ہو گیا جو اُس کی ذات میں مادہ پرستانہ افکار قبول کرنے کی بنا پر پیدا ہو رہا تھا۔ اس حقیقت کا سراغ بہت سے مغربی ناقدین کی کتابوں میں ملتا ہے۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:۔ الیکسی کیریل، شپنگلر، الفرڈ کابن وغیرہ۔

انسان کی فطرت | فطرتِ انسانی حقیقتاً کیا ہے؟ اِس مسئلہ کی تہ تک پہنچنے میں مادہ پرستوں کو خاصی دشواری کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ایک مشہور امریکی پروفیسر اپنی کتاب حیات الروح میں لکھتا ہے:

> "انسان کی عجیب و غریب اور ملی جلی فطرت ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے اہلِ علم کو زمانۂ قدیم سے ورطۂ حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ جسمانی پہلو سے دیکھا جائے تو انسان مادہ ہے کیونکہ اس کا جسم پیدا ہوتا ہے نشو ونما پاتا ہے اور فنا ہو جاتا ہے لیکن انسان جسم ہی کا نام نہیں، اس میں ایک اور چیز بھی پائی جاتی ہے جس کے ادراک سے حواسِ خمسہ عاجز ہیں۔ جو اِس جسدِ خاکی پہ حکمرانی کرتی ہے۔ اور جس میں شعور و فکر کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ یہی دوسری چیز فطرتِ انسانی کا وہ پہلو معلوم ہوتا ہے جس میں اس کے وجود کا جوہر مرتکز ہے۔ پس انسان دو چیزوں کا مجموعہ نظر آتا ہے۔ ایک تو مادی وجود ہے اور دوسری کوئی غیر مادی شے۔ کیا یہ دونوں چیزیں حقیقت ہیں یا اِن میں سے ایک نرا وہم ہی ہے"

یہ ہے فطرتِ انسانی کے فہم میں مادیت کے پرستاروں کی گمراہی۔ اس کے مقابلے میں دیکھیے کہ اسلام کو فطرتِ انسانی کے بارے میں کیسی مکمل معرفت اور شعورِ تام حاصل ہے۔ اس کے نزدیک انسان دو چیزوں سے عبارت ہے ـــ جسم کثیف اور رُوحِ شفاف ـــ جسم اس کا تعلق زمین کے ساتھ جوڑتا ہے جبکہ روح اسے بلندیوں پر فائز دیکھنا چاہتی ہے۔ جسم مختلف قسم کے مادی داعیات کی آماجگاہ ہے

جبکہ روح انسان کو آفاقی رفعتوں سے ہمکنار کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جسم کے مطالبات، حیوانات کے مطالبات سے مشابہ ہیں اور روح کی امنگیں ملائکہ کے ارمانوں سے ملتی جلتی — جسم و روح پر مشتمل یہ وہ مخلوط فطرت ہے جو دفعتہً اور اتفاقاً وجود میں نہیں آگئی بلکہ اللہ تعالیٰ کی حکمتِ تخلیق کا نادر نمونہ ہے:

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝

(السجدہ ۴-۶)

وہی ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا۔ زبردست اور رحیم۔ جو چیز بھی اس نے بنائی خوب ہی بنائی۔ اس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی۔ پھر اس کی نسل ایک ایسے سَت سے چلائی جو حقیر پانی کی طرح کا ہے پھر اس کو نِک سِک سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی۔ اور تم کو کان دیئے آنکھیں دیں اور دل دیئے تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نہ جسم کے تقاضوں کو فراموش کیا ہے اور نہ روح کے مطالبات کو پسِ پشت ڈالا ہے۔ بلکہ روح اور جسم دونوں کے حقوق ادا کیے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں کمال درجہ توازن اور اعتدال کا ثبوت دیا ہے۔ اس کے برعکس تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ دوسرے ادیان و مذاہب کے ماننے والے فطرتِ انسانی سے ناواقفیت کی بناء پر روح کو ترقی دینے کے لیے جسم کی تعذیب کے درپے ہوگئے۔ جیسا کہ ہندومت اور مسیحیت کے پیروؤں نے کیا۔

اِس رجحان کے مقابلے میں ایک دوسرا انتہا پسندانہ رجحان مادیّت کے علمبرداروں نے اختیار کیا۔ انہوں نے روح اور خالقِ روح دونوں کا ہی انکار کر دیا اور جسم کے حیوانی مطالبات کی تکمیل میں اس طرح کھو گئے کہ روح کے تقاضے یکسر نظر انداز ہو گئے اور انسان نرا حیوان بن کر رہ گیا۔

انسان کا وظیفۂ حیات اور اس کی غایت انسان کی تخلیق کارِ عبث نہیں۔ نہ اسے پیدا کر کے بے لگام چھوڑ دیا گیا ہے۔ خواہشات کی بندگی یا موجود عناصر میں سے کسی عنصر کی بندگی بھی اس کا مقصدِ حیات نہیں۔ جانوروں کی طرح کھانے پینے اور کچھ عرصہ زندہ رہنے کے بعد فنا ہو جانا بھی اِس کا مقدر نہیں۔ عقیدۂ اسلام کے مطابق انسان خدا کی بندگی و اطاعت کے لیے پیدا ہوا ہے۔ خدا کی مرضی و منشاء کے مطابق زمین پہ اس کی نیابت کرنے پہ مامور ہے۔ اسے تکلیفِ عمل دی گئی ہے۔ اور بارِ مسئولیت اس پہ ڈالا گیا ہے۔ اور حیاتِ فانی

کے آزمائشی لمحات بسر کرنے کے بعد موت کی سرحد عبور کر کے بالآخر اسے حیات خلود و بقا سے ہمکنار ہونا ہے۔

دوسری طرف مادیت کی ملحدانہ فکر انسان کی کوئی منزل اور غایت متعین نہیں کرتی۔ کیونکہ منزل کا تعین کسی مقصد کے لیے ہوتا ہے۔ اور مادیت کا فلسفہ انسان کو ایک بے مقصد حیوان قرار دیتا ہے۔ لہٰذا اس کے پاس انسانیت کے نام کوئی پیغام نہیں۔ اِلّا یہ کہ خوب محنت و مشقت کی جائے تاکہ عیش و عشرت کے اسباب فراہم ہو سکیں۔ پس یہ عیش و عشرت کا حصول اور نفسانی خواہشات کی تکمیل ہی وہ مقصد ہے جو ایک مادہ پرست کے پیش نظر رہتا ہے۔ اس کی مثال ایک مغربی ادیب کے بقول اُس کتے کی سی ہے جو اپنی دم پکڑنے کے لیے اپنے ہی گرد گھومتا رہتا ہے اور نہ تو اُسے دم ہی ہاتھ آتی ہے اور نہ اس کی گردش ہی رکتی ہے۔ اور اسی بے فائدہ اور بے ہودہ کھیل میں اُس کی ساری عمر صرف ہو جاتی ہے۔ قرآن بھی تمثیل کے پیرائے میں نفس کے پرستاروں کی کیفیت بہت پہلے اس طرح بیان کر چکا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ○ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۚ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ○

(الاعراف: ۱۷۵-۱۷۶)

اور اے ہمارے رسول ان کے سامنے اُس شخص کا حال بیان کرو جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ ان کی پابندی سے نکل بھاگا۔ آخر کار شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا۔ یہاں تک کہ وہ بھٹکنے والوں میں شامل ہو کر رہا۔ اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیتوں کے ذریعہ سے بلندی عطا کرتے مگر وہ تو زمین ہی کی طرف جھک کر رہ گیا اور اپنی خواہش نفس ہی کے پیچھے پڑا رہا۔ لہٰذا اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ تم اُس پر حملہ کرو تب بھی زبان لٹکائے رہے اور اُسے چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکائے رہے۔ یہی مثال ہے اُن لوگوں کی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں۔

گذشتہ صفحات کے مطالعہ سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کو جو قدر و منزلت اور عزت و شرف بھی ملا ہے ایمان کی بدولت ملا ہے۔ یہ صفتِ ایمان ہی ہے جس نے انسان کو محبوبِ خدا، مسجودِ ملائک اور مقصودِ کائنات بنایا ہے۔ اگر دامنِ انسانیت متاعِ ایمان سے خالی ہو جائے تو پھر کوئی جدید سے جدید فکر اور نام نہاد ترقی و تہذیب کی کوئی بڑی سے بڑی کوشش بھی اسے ثریا کی بلندیوں سے ثریٰ کی پستیوں کی طرف لڑھکنے سے بچا نہیں سکتی۔